سوانح

جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد سلیم شاہ

حضرت مولانا محمد امین اورکزئی شہید ایک عالم باعمل کی جدائی

کل بتاریخ ۱۱/ جون بروز جمعرات شام کے وقت رفیق محترم مولانا ڈاکٹر احمد جان صاحب نے بتایا کہ نئی خبر یہ ہے کہ مولانا محمد امین ہنگو والے بمباری میں شہید ہوگئے ہیں۔ رات خبروں میں بھی یہی خبر آئی اور صبح اخباروں میں بھی کہ ممتاز عالم دین مولانا محمد امین بمباری میں ہلاک ہوگئے ہیں۔ یہ خبر طبقہ اہل علم کے لئے ایک صاعقہ سماوی سے کم نہ تھی جو کہ اس نابغہ روزگار عالم دین کے علمی تعمق سے واقف تھے' پوری رات دل اس صدمے سے بے قرار رہا اور اب صبح کو جب یہ سطور قلمبند کرر ہا ہوں تو دماغ میں سوچنے اور ہاتھ میں لکھنے کی سکت نہیں۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اور کیوں ہو رہا ہے؟ علم وعمل کی ایک جامع ہستی کو اس ظالمانہ طریقے سے شہید کرنا یقیناً اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے والی بات ہے اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے آمین۔

مولانا محمد امین شہید سے راقم کا تعارف اس وقت ہوا تھا۔ جب راقم ۱۹۷۴ء میں درس نظامی کے آخری سال (دورۂ حدیث) کے لئے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن (اس وقت مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن) کراچی میں داخل ہوا تھا۔ دورۂ حدیث میں راقم کے ساتھ پاکستان کے مختلف علاقوں کے طلباء کے علاوہ چند غیر ملکی طالب علم بھی تھے۔ دورۂ حدیث طالب علم کے جہد مسلسل اور روز وشب محنت کا ایک اہم مرحلہ ہوتا ہے جس میں طلبہ کے درمیان اس وقت کے جید علماء کا تذکرہ کسی نہ کسی حوالے سے ہوتا ہے' چنانچہ اس وقت کے شرکائے دورہ کے درمیان جن جید علماء کا ذکر ہوتا تھا' ان میں سرفہرست مولانا محمد امین اورکزئی تھے جو کہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کے مدرس تھے اور اکثر دار التصنیف میں ہوتے تھے کہ علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے امام طحاوی کی مشہور کتاب ''شرح معانی الآثار'' کی شرح لکھنے پر مامور تھے' دورہ حدیث کے طالب علم سنن ترمذی کی تشریحی نکات کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ اس وقت شرکاء دورۂ کے ہاتھ میں ایک کتاب گردش کرتی رہتی تھی یہ مولانا محمد امین شہید کی لکھی ہوئی انہی تشریحی نکات پر مشتمل کتاب تھی' طلبہ ہاتھوں ہاتھ ایک دوسرے سے وہی کتاب لیتے تھے اور اس کے اہم حصے اپنے ساتھ قلمبند کرتے تھے بعض طالب علم تو پوری کتاب کی تصویر لیتے تھے' مولانا محمد امین شہید کی دینی کتاب ایک بیدار مغز طالب علم اور باذوق عالم دین کی ایک علمی شاہکار تھی جس میں حدیث اور علوم حدیث سے متعلق بہت اہم مباحث کے علاوہ کتب حدیث کے بعض مشکل مقامات کی

نہایت آسان تشریح وتوضیح کی گئی تھی جس سے دورۂ حدیث کے طلبہ استفادہ کرتے رہتے تھے' اس وقت پورے مدرسہ میں مولانا محمد امین شہید کے علمی تفوق کے چرچے تھے۔ یوں کہئے کہ اس مخصوص علمی ماحول میں ان ہی کا طوطی بول رہا تھا۔

مولانا شہید مدرسہ کے اندر رہتے تھے اور تمام طلباء کی دینی اور اخلاقی تربیت پر بہت توجہ دیتے تھے' انکی کوشش ہوتی تھی کہ طالب علم مدرسہ میں اپنا سارا وقت حصول علم میں لگادے' دروس میں حاضری ہو یا مطالعہ امتحانات کی تیاری ہو یا لائبریری سے استفادہ مولانا شہید ہر وقت طلبہ پر عالمانہ رعب کے ساتھ نظر شفقت رکھتے تھے' دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد راقم الحروف کراچی ہی کے ایک مدرسہ میں مدرس ہوا تو ہفتہ دس دن کے بعد ضرور مدرسہ نیوٹاؤن آنا ہوتا تھا' جہاں پر اپنے ساتھی طالب علموں اور اساتذہ کے علاوہ مولانا محمد امین (شہید) سے بھی ملاقات ہوتی تھی ۱۹۷۶ء میں جب راقم الحروف تعلیمی سلسلے میں اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ (سعودی عرب) چلا گیا۔ تو وہاں سے بھی مولانا شہید کے ساتھ خط و کتابت کا رابطہ رہتا تھا' مولانا شہید وقتاً فوقتاً اپنے نصائح سے نوازتے تھے وہ ہمیشہ حرمین کے ادب اور علمی اشتغال میں انہماک کی نصیحتیں کیا کرتے تھے اور تعطیلات گرما میں جب بہ راستہ کراچی وطن آتے تھے تو دو تین دن کراچی میں رہ کر مولانا شہید کی ملاقاتوں سے محظوظ ہوتے تھے اور پورے سال کی تشنگی دور ہو جاتی تھی۔ مولانا شہید کی زندگی خالص درویشانہ تھی وہ ہمیشہ مطالعہ کتب ذکر واذکار درس وتدریس اور نوافل میں مشغول رہتے تھے کبھی ان کو قہقہہ کے ساتھ ہنستے ہوئے نہیں دیکھا تھا اور نہ کبھی فارغ بیٹھے دیکھا تھا۔

مولانا شہید کو اپنے اساتذہ میں سے علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی اور حضرت بنوری بھی مولانا شہید کی خوبیوں اور صلاحیتوں سے باخبر تھے اس لئے تو انہوں نے ان کو مذکورہ شرح لکھنے پر مامور کیا تھا' علامہ بنوریؒ جیسے عالم کی طرف سے اگر یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا' تو یہ دوسری طرف مولانا شہید کی علمی عظمت کا اعتراف بھی تھا۔

حضرت علامہ سید محمد یوسفؒ کا ۱۹۷۷ء میں جب انتقال ہو گیا تو مولانا محمد امین شہید کو بے حد صدمہ ہوا' حضرت علامہ بنوریؒ کی آخری آرام گاہ چونکہ احاطہ مدرسہ میں ہے جہاں سے پانچ وقت نماز باجماعت کے لئے مولانا شہید کا گزر رہتا تھا' اس طرح اپنے مربی اور استاد کے فراق کا زخم اس کے دل میں تازہ سے تازہ تر ہوتا رہتا تھا' چنانچہ جب یہ سلسلہ مولانا محمد امین شہید کی برداشت سے باہر ہو گیا تو وہ آخرکار مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کو چھوڑ کر اپنے آبائی وطن شاہو دام ہنگو چلے گئے اور وہاں پر حضرت بنوریؒ کے نام سے موسوم "جامعہ یوسفیہ" کے نام سے ایک علمی ادارے کی داغ بیل ڈالی۔ جامعہ یوسفیہ علوم اسلامیہ وعربیہ کی تدریس کا ایک اہم ادارہ ہے۔ جس میں درس وتدریس کے علاوہ طالب علم کی دینی اور اخلاقی تربیت کا بھی اہتمام ہے۔ مولانا محمد امین شہید نے ملک بھر سے چن چن کر جید اور مخلص علماء تدریس کے لئے اکٹھے کر لئے' جن میں اکثریت ان علماء کی تھی جو دینی علوم کی تدریس پر معاوضہ لینے کے لئے تیار نہیں تھے' چنانچہ جب

جامعہ یوسفیہ کے مخلص طلبہ اس قسم کے مخلص اساتذہ سے علوم دینیہ کے اسباق لیتے تھے' تو ان کا عالم ہی کچھ اور ہوتا تھا کہ ملک کے عام دینی مدارس و جامعات میں جس علمی ناپختگی کا رونا رویا جاتا ہے' جامعہ یوسفیہ کے طلبہ اس ناپختگی سے دور ہوتے تھے' مولانا شہید کا یہ بھی نظریہ تھا کہ وفاق المدارس کی شہادات کا سرکاری تعلیمی اداروں سے معادلہ ہونے کے بعد درس نظامی کے طلبہ میں طلب علم کا جذبہ مغلوب اور شہادۃ (سرٹیفکیٹ) کے حصول کی خواہش غالب ہوتی ہے جس کی وجہ سے طالب علم میں علمی پختگی آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے مولانا شہید نے ''جامعہ یوسفیہ'' کو وفاق سے الگ رکھنے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔

مولانا شہید علماء و سلف کی طرز زندگی اپنا کر رہتے تھے وہ مال و دولت کا ذکر بالکل نہیں کرتے تھے کہ اس لالچ سے وہ کوسوں دور تھے' حضرت بنوریؒ کی وفات کے بعد ان کا زیادہ میل ملاپ حضرت مولانا فضل محمد صاحبؒ (فاضل دیوبند) مہتمم جامعہ مخزن العلوم منگورہ سوات سے رہتا تھا۔ عموماً عیدین اور دیگر تعطیلات کے موقعوں پر وہ اپنے ایک دو مدرسین اور شاگردوں کی معیت میں ان کے ہاں حاضر ہوتے تھے۔

مولانا محمد امین شہید کا اہم تصنیفی کارنامہ اس کی کتاب (نثر الازھار علی شرح معانی الآثار ہے) یہ کتاب شہید نے جامعہ یوسفیہ شاہ ہنگو ہی سے شائع کیا ہے۔ راقم الحروف کو مولانا شہید نے اس کتاب کی دو جلدیں اپنے دست مبارک سے عنایت فرمائے تھے علمی دنیا میں اس وقت صوبہ سرحد میں اس پائے کا عالم شاید کوئی ہو وہ ایک عالم باعمل تھے اپنے علاقے کے عوام میں بے حد مقبول تھے اور ہر طبقے کے لوگ انہیں احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔

وہ پورے ملک میں اور اپنے علاقے میں امن و امان کے بہت بڑے داعی تھے اور اس سلسلہ میں انتظامیہ سے تعاون بھی کرتے تھے حالیہ سالوں میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لئے جو کونسل تشکیل دی گئی تھی' مولانا شہید اس کے اہم رکن تھے۔

افسوس کا مقام ہے کہ ان کی شہادت پاکستانی طیاروں کی بمباری سے ہوئی یہی سب کچھ اگر امریکی ڈرون حملوں سے ہو چکا ہوتا تو اس پر اتنا افسوس نہ ہوتا کہ اہل کفر کا کام ہی علماء حق کو ختم کرنا ہے' اپنوں کے ہاتھوں اس قسم کی اہل ہستی کی شہادت ایک ناقابل فراموش اور افسوسناک واقعہ ہے۔

حضرت مولانا شہید کو اس سفاکانہ طریقے سے شہید کرنے پر راقم الحروف کا خیال تھا کہ ملک کے صف اول کے علماء اور زعماء سراپا احتجاج بن جائیں گے لیکن دیکھا کہ خاموشی ہی خاموشی ہے راقم الحروف کو یقین ہو گیا کہ اہل عزیمت علماء کا کاروان گزر گیا ہے اور اب صرف گرد و غبار ہی رہ گیا ہے۔

ع کاروان کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا